مخدوم محمد معین ٹھٹوی
مترجم : ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی

جوهرة الثمین باثبات قدم التکوین

قیمتی موتی
صفت تکوین کے قدم کے اثبات میں

ابن شریف نے لفظ کے حقیقت ہونے کی تصحیح میں کہا ہے :

"لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ کہ اللہ تعالیٰ خالق تھا قبل اس کے پیدا کرے ، اور رازق تھا قبل اس کے کہ رزق دے یہ ازقبیل مشتق کے اطلاق کے ہے معنی مشتق منہ کے وجود سے پہلے جیساکہ اصول فقہ کے مبادی میں مقرر ہے ۔ ابن شریف نے کہا کہ تحقیق بحر زرکشی میں واقع ہوا ہے کہ : خالق ، رازق اور ان جیسے صفات کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے حق میں خلق اور رزق کے وجود سے پہلے ہے ، اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ تحقیق فعل کی صفات خلق اور رزق اور ان جیسی دوسری صفات حادث ہیں" ۔ پورا ہوا ، اس کا کہنا ابن شریف سے ان کے نقل کرنے کا غرض یہ ہے کہ احناف کی یہ جماعت اور وہ مثلاً خالقیت کے قدم کے قائل ہیں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا امام اللہ تعالیٰ کے لیے خالقیت کے قدم کا اعتقاد رکھتا ہے ۔

حقیقت لغویہ کے طور پر یہ مجاز کے طور پر نہیں ہے کہ ہم اس سے تخلیق اور ترزیق پر قدرت معنی لے لیں تو اللہ تعالیٰ کا ان صفات سے اتصاف ایسا ہے جیسا حیوۃ اور علم کے ساتھ اور وہ اس سے پاک ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف صفت خلق اور رزق کے قدم کی نسبت کریں اس حالت میں کہ یہ خالق اور رازق کے اشتقاق کے مبدأ ہوں کیونکہ ان کا یہ گمان ہے کہ خلق اور رزق کا قدیم ہونا مخلوق اور مرزوق کے قدیم ہونے

کو واجب کرلیتا ہے اور یہ باطل ہے اور ان کا یہ بھی گمان ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خود تصریح فرماتے ہیں کہ خلق اور رزق کی صفات حادث ہیں۔ یہ ان کے اس بعینہ کلام میں موجود ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ "پہلے اس کے کہ پیدا کرے اور پہلے اس کے کہ رزق دے " پھر اللہ تعالیٰ کے لیے خلق اور رزق کی صفت ایک ایسی چیز ہے جو موجود ہو بعد اس کے کہ نہیں تھی بخلاف خالقیت اور رازقیت کے کیونکہ یہ حقیقی، قدیمی، ازلیہ اور ابدیہ صفات ہیں پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ کے اس اصل کی تحریر کی ہے اس طرح کہ ان کے اور اشاعرہ کے درمیان اختلاف فقط اسم کے مجاز اور اس کی حقیقت میں ہے کیونکہ خالق کا اطلاق قادر خلق کے معنی جیسا کہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ یہ مجاز ہے اور اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر مشتق کے اطلاق کے قبیل سے قبل وجود معنی مشتق منہ کے جیسا کہ اس کے قائل ہیں امام ابوحنیفہ ان کے زعم پر حقیقتاً ساتھ اتفاق دونوں فریقوں کے اس پر کہ خلق اور رزق کی صفت مثلاً حادث ہے اور اختلاف راجع ہے اس کی طرف کہ یہ مجاز ہے یا حقیقت، جب کہ میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ کلامی اختلافات سے نہیں ہے۔ تحریر مذکور کا کوئی رد کیا ہے جو کہ مستلزم ہے سخافت کو، اس لیے بعض حنفیوں نے مسئلہ میں حق اشاعرہ کے ہاتھ میں دیکھا ہے کئی وجوہ موجہہ سے اور امام ابوحنیفہ کے کلام کی تاویل کی ہے۔ اشعری کے قول کی طرف اور اس کی طرف اپنی تاویل کی تائید کی ہے امام ابوحنیفہ سے دوسری نص کے ساتھ جس کو طحاوی نے ان سے نقل کیا ہے تو اصل ان کے ہاں تردد میں پڑ گیا ہے۔

اور حقیقت اطلاق کے قائل کے قول کو اس بنا پر رد کیا جاتا ہے کہ مشتق کا اطلاق مشتق منہ کے وجود سے پہلے ہے اور اہل اصول کی تصریح اس کے خلاف ہے تو مجھے نہیں معلوم کس شخص کی طرف سند لیتا ہے اپنے اس قول کی اہل اصول ہے۔ اور زرکشی نے جو کچھ کہا ہے وہ بلا دلیل کے حکم کرنا ہے۔ جو مقبول نہیں ہے۔

عضد الملۃ والدین نے شرح مختصر میں کہا ہے کہ مشتق وقت وجود معنی مشتق منہ کے جیسا ضارب ضرب کے مباشر کے لیے اس اطلاق حقیقت ہے اتفاقاً اور اس کے وجود سے پہلے جیسا ضارب اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جس نے مارا نہیں لیکن مارے گا یہ بالاتفاق

مجاز ہے اور اس کے موجود ہونے کے اور اس کے گذرتے کے جیساکہ ضارب اس کے لیے کہا جائے جس نے پہلے مارا تھا اور اب نہیں مارتا، اس میں تین اقوال پر اختلاف ہے۔ پہلا قول کہ یہ مجاز ہے۔ مطلقاً دوسرا قول: حقیقہ ہے مطلقاً اور تیسرا قول کہ اگر اس کا بقاء ممکن نہیں ہے تو مجاز ہے ورنہ تو وہ حقیقت ہے پورا ہوا۔ اس کا کہنا۔

ابہری نے کہا: پہلے سے کہا ابوحنیفہ نے اور اس کو اختیار کیا عبدالقاہر نے اور شافعی نے دوسرے کو اختیار کیا۔ اھ۔ تو معلوم ہوا کہ مشتق کا اطلاق سوا وجود معنی مشتق عنہ کے حال میں، وہ کسی طرح بھی ہو اس سے آگے اور اس کے بعد امام ابوحنیفہ کے ہاں مجاز ہے پھر ہر تقدیر یہ جا ہے خالق کا اطلاق از قسم اطلاق مشتق قبل وجود معنی کے ہو یا اس کو خلق پر قادر کے معنی میں کیا جائے تو یہ کلام کو مجاز سے نہیں نکالتا۔ اور امام معنی مجازی کو عقائد اسلام میں سے کس طرح عقیدہ بنائے گا۔ ساتھ اس کے کہ جو کوئی اللہ کی قدرت کو ہر شئ پر قرآن عظیم کی قطعی نص کے ساتھ عقیدہ رکھتا ہے وہ اس افادہ کی طرف محتاج نہیں ہے کہ کہے کہ اللہ تعالیٰ خلق، رزق اور ان جیسے اوصاف پر قادر ہے۔ جن کو تکوین شامل ہے اور جب اس نے اس کے افادہ کا ارادہ کیا تو اس نے یہ کیوں نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خلق اور رزق پر قدرت رکھتا ہے۔ مطلوب پر تنقیص کرتے ہوئے اور قدم عالم کی موہم بات سے دور رہتے ہوئے اور اگر اس نے یہ کہا ہے تو پھر ظرف کے کیا معنی ہیں۔ وہ ہے اس کا قول "پہلے اس کے کہ پیدا کرے" اس تقدیر پر اور کیا کوئی وہم کرے گا کہ تحقیق قدرت خلق اور رزق کے ساتھ حادث ہوتی ہے تاکہ اس کی مزاحمت کی جائے اور کہا جائے کہ وہ ہمیشہ خلق پر قادر رہا قبل اس کے کہ پیدا کرے الخ تو تحقیق واضح ہو گیا کہ صفت تکوین کا قدم خالقیت اور رازقیت کی طرح ہے ساتھ ان کے زائد ہونے کے ساتوں صفات سے جن میں سے قدرت ہے اور یہ حقیقت لغویہ کے لحاظ سے غیر معقول ہے ساتھ قول صدث فصل خلق کے جیساکہ معنی مجازی کو ایمان کے عقود میں سے ایک عقد بنانا بھی غیر موجبہ ہے،

مشائخ حنفیہ کے متقدمین نے پہلی بات کو اختیار کیا ہے اور یہی قول ان کے مذہب میں مشہور ہے جو کہ اشاعرہ کے مسلک کے مخالف ہے اور دوسرے قول کی طرف احناف میں سے بعض متاخر گئے ہیں جیساکہ ابن ہمام اور دونوں طائفوں کے لیے اپنی پسندیدہ چیز میں

اس سے کوئی مخرج نہیں ہے جو ہر تقدیر پر سوال وارد ہوتا ہے ساتھ اس کے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے صفت خلق اور رزق کے حادث ہونے کا کہا ہے اور اس نے اس کوئی پرواہ نہیں کی اس نے اس سے عذر پیش کرنے کے لیے صرف اس پر اعتماد کیا ہے کہ یہ حدوث صرف مخلوق کا حدوث ہے جو کہ صحیح ہوتا ہے نسبت حدوث کی اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کے لیے تو یہ لوٹتا ہے صفت قدرت کے تعلق کے حدوث کی طرف اور اس سے عجب پیدا ہوتا ہے پورا تعجب کہ اس کو یہ تنبیہ نہ ہو کہ صفت خلق کا حدوث واجب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فعل مطلق کے حدوث کو کیونکہ تکوین افعال کی صفات میں سے ہے جو حدوث فعل سے پیدا ہوتی ہے اور مطلق فعل اللہ کی طرف حدوث کی نسبت کرنے کو عقول سلیمہ کیسے جائز قرار دیں گے وہ جن کے ہاں اقوال تحریر کیے جاتے ہیں، اور ان کے معانی اور لوازم معانی میں تعین پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے فعل کو اطلاق کے ساتھ اس سے مقید کیا ... کہ اس میں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مطلق خلق کو حادث کہا جائے، مثلاً اور اس میں کہ اس کی صفت مقید جیسا کہ زید کا آج پیدا کرنا کی صفت کو حادث کہا جائے ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ دوسرا قول وہ ہے کہ اس میں ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کا تعلق قدیم تعلق ہے اور وہ فعل ہے جب اس کا تدبر کسی حادث سے کیا جائے جیسا کہ قدرت قدیمہ کے مقدور حادث کے تعلق میں کہا جاتا ہے۔ باقی پہلے قول میں یہ عذر نہیں چلے گا تو جس نے اللہ تعالیٰ کے مطلق فعل کے حادث ہونے کے لیے کہا ہے تو تحقیق اس نے حوادث کو اللہ کی ذات کی طرف نسبت کی ہے۔ اللہ اس سے بہت بہت بلند ہے اور قدم جیسا کہ اس کے ذات کا تقدم صفات قدیمہ کا تقاضا کرتا ہے وہ افعال قدیمہ کو بھی تقاضا کرتا ہے جو کہ اس کی صفات قدیمہ سے صادر ہوتے ہیں جو کہ منسوب ہیں ذات قدیم کی طرف اور یہ ذات قدیم کی طرف کیسے منسوب نہ ہوں گے، حالانکہ قرآن مجید میں ذات قدیم کا تعرف صفات افعال سے کیا جاتا ہے۔ جس طرح صفات ذات سے کیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا نام حی، علیم، مرید رکھا ہے اسی طرح اپنی ذات کا نام خالق، رازق اور مصور رکھا ہے۔ اور اصل ہر کلام میں حقیقت ہے خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں اور خاص طور پر ان چیزوں میں جن کا تعارف معارف الٰہیہ سے ہے۔ اور جن کا تعلق آنے والے مواطن کی خبروں سے ہے اس میں محققین کے ہاں مجاز جائز نہیں

ہے اور غیر محققین بھی اپنے ادنیٰ تعلق سے اس پر راضی ہوں گے اور نہ ہی کلام اللہ یا اس کے رسول کے کلام میں اس کے تجویز کی نسبت کی جائے گی علوم میں اور ان معارف میں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کے اسماء سے ہے کیونکہ یہ بڑے معارف اور علوم میں سے ہیں اور یہ ان میں سے ہے جس پر تعبداً ایمان للنا واجب ہے اور اس میں کوئی عقلی تصرف نہ کیا جائے۔ کیونکہ حادث کو یہ طاقت نہیں ہے کہ قدیم کا ادراک کرے اور اس کا احاطہ محال ہے، تجوز اور تصرف کسی بھی شئی میں اس شے کے احاطے کا فرع ہے جیساکہ یہ ادنیٰ فہم والے انسان پر بھی مخفی نہیں ہے تو پھر صفات افعال تکوینیہ حقیقیہ صفات ہوں گی۔ ذاتیہ صفات کی طرح اور اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ کا حادث ہونا محال ہے اس برہان کی وجہ سے جوکہ قدیم کے محل حوادث ہونے کے امتناع پر قائم ہے ہاں جس نے صفات میں تصرف کو جائز رکھا ہے سلف صالحین کے بعد غیر عارفین میں سے اس نے بھی اس کو جائز رکھا ہے۔

ان میں جن کا اتصاف اللہ تعالیٰ کے ساتھ محال ہے۔ عقل کے لحاظ سے جس طرح صفات متشابہ ہیں۔

پھر جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ قدم تکوین کا جس کا قائل ہوا ہے۔ مضبوط، بلند جبل (امام) ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کے لیے یہ ظاہر ہوا (ہم اپنے علم کے قصور کا اعتقاد کرتے ہیں اور ان کی وسعت علمی کا) تحقیق جو کچھ اس ورقیہ میں ہے وہ اسی مسلک کی تائید ہے اور اس کا جز ہے۔ اس کی اسناد عقل کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف محال ہے۔ متشابہات کی طرح تب اس کی تاویل واجب ہے جس کی شوافع اور بعض حنفیہ گئے ہیں۔ اپنے امام کی تصریح کے خلاف تو اس کو ثابت رکھا جائے جس نے حامل تاویل کے لیے تعرض کیا ہے۔ اس نے صرف اس ظن پر تعرض کیا ہے کہ فعل کے قدم کا قول اس سے صادر ہونے والوں کی قدم کو لازم کرلیتا ہے اور ممکن کا قدیم ہونا محال ہے تو اس کی تاویل اس سے جس کو وہ لازم کرتا ہے ضروری ہے جیسے کہ ضحک کی تاویل جوکہ محدثات کی صفات کے ثبوت کو (اللہ تعالیٰ کے لیے لازم کرتا ہے) مثلاً۔

ہماری یہ کتاب مباحث متقدمہ کو جمع کرتی ہے یہ اس کے اس وہم کے ابطال کے لیے موضوع ہے تو یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے اس کو دفع کرنے والی ہے جس میں اس کے

ساتھ نظر ادق کو مخصوص کیا گیا ہے در حقیقت امام صاحب گئے ہیں تحقیق کے بلند جبال کی طرف اور انھوں نے آٹھویں صفت قدیمہ حقیقیہ کو سات صفات پر زائد ثابت کیا ہے یہ ان کی اول و آخر کے جمیع آئمہ کی تحقیق سے منفرد رہے اور وہی معقولات اور منقولات میں اپنی امامت کبریٰ کے لیے حقدار ہے اور ادلہ عقل و نقل کے درمیان جمع کرنے میں یکتا ہے ۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے دکھلانے سے دیکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے اس تحقیق کو ہم پر نعمت کیا ہے ان کا یہ کلام فعل حق کے قدم میں ان کی طرف سے ایک کھلا اعلان ہے اور مسلک کی حقیقت پر جس مسلک کی تحریر کے ہم درپے ہیں ۔ اس کے ثابت رکھتے ہیں ۔

پھر اگر تو یہ سوال کرے کہ امام ابو حنیفہ کے قول " لم یزل تعالیٰ خالقا و رازقا " (اللہ تعالیٰ ہمیشہ خالق اور رازق تھا) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فعل ازل اور ابد میں غیر منقطع ہے ساتھ نہ لازم ہونے قدم مخلوق اور مرزوق کے جیسا کہ اس مسلک کے لیے تیری تحریر مقتضا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ خالق تھا ساتھ معیت مخلوقات متجددہ کے ۔ ان سے پہلے خالق نہ تھا تو پھر امام ابو حنیفہ رح کے قول میں " کان خالقا قبل ان یخلق و رازقا قبل ان یرزق " قبلیت ظرف کا کیا معنی ہوگا اس معنی پر جو تم نے بیان کیا ہے ؟ ہم کہیں گے کہ یہ کلام دو وجہوں کے لیے متحمل ہے ایک یہ کہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خالق تھا پہلے اس کے کہ اس معلوم خلق کو پیدا کرے ۔ آسمانوں اور زمینوں سے اور رازق تھا پہلے اس کے کہ رزق کو پیدا کرے ان مرتزقین (رزق پانے والوں) کے لیے تو پھر کلام مفید ہوگا کہ اس کا ایجاد اس مخلوقات میں منحصر نہیں ہے اور اس کا رزق دینا بھی اس رزق میں منحصر نہیں ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ قبلیت ذاتیہ مراد لی جائے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ خالق تھا پہلے اس کے کہ وہ مخلوقات میں نظر کرے پھر وہ نظر اس کے اتصاف کو خلق کے ساتھ واجب کرے تو پھر کلام اس افادہ کے لیے ہوگا کہ صفت خلق کا صفت حقیقیہ ذاتیہ ہے اللہ کے لیے ثابت ہے سوا کسی توسط صدور مخلوق کے ان سے اور یہ صفت اس طرح نہیں ہے جیسا کہ گمان کیا گیا ہے کہ یہ حادث ہے بسبب اس کی قدرت کے تعلق کے مخلوق کے ساتھ اور دونوں وجہوں پر یہ کلام خلق کے سلسلہ کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتا اور اللہ ہمیشہ خالق

تھا اور حال یہ ہے کہ ابھی مخلوق پیدا نہ ہوئی تھی بلکہ دلالت کرتا ہے یا اس پر کہ اللہ خالق تھا حالانکہ یہ مخلوقات پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور یہ مطلقاً مخلوقات کے وجود کی نفی نہیں ہے اور خلق کے سلسلہ کا بھی انقطاع نہیں ہے لیکن یہ کہنا کہ اس کے خلق کی صفت نہیں کا منشا مخلوقات کا صادر ہونا ان سے نہیں ہے اور یہ نہیں ہے اور یہ نفی ہے اس کی کہ مخلوقات کا وجود اس صفت خلق کے لیے منشا ہے اس میں ______ مخلوقات کے وجود کی نفی نہیں ہے اور نہ ہی سلسلہ خلق کے وجود کی نفی نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے کلام کو اگر اسی پر حمل کیا جائے تو اس میں کوئی بعد نہیں ہے اور اگر اس کو فرض کیا جائے تو وہ زیادہ آسان ہے اس پر حمل کرنے سے جس پر انھوں نے حمل کیا ہے کیونکہ یا تو وہ غیر معقول ہے اور یا عقائد میں امر مجازی کے داخل کرنے کو واجب کرلیتا ہے اور لفظ جو وحی متلو میں وارد ہے اس کی حقیقت میں بھی تصرف کو لازم کرتا ہے خاص طور پر معارف الٰہیہ اور اس کے اسماء حسنٰی میں سوا کسی احتیاج کے جیسا کہ تو نے معلوم کیا۔

پھر اگر تو سوال کرے کہ عرفاء اور امام ابو حنیفہ کے کلام کو نقل میں داخل کیا ہے اس کی ہمارے لیے کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہم جواب میں کہیں گے کہ ورثۃ اللہ کی ان پر رحمت ہو اور ہمیں ان کے علوم سے نفع دے یہ کلام وہ ہے جو ان کے مورث (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کو ظاہر کرتا ہے تو یہ ہمارے پاس نقل کا تتمہ ہے۔ پس تحقیق ہم نے ایسی احادیث پائی ہیں۔ جو اس عالم سے پہلے خلق کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ایسی احادیث بھی جو آدموں کے کثرت وجود پر دلالت کرتی ہیں اور ایسی احادیث بھی جو دنیا کی عمر کے طول پر دلالت کرتی ہیں اور مخلوقات کے طبقات کی کثرت پر بھی، پھر جب اہل کشف کہتے ہیں کہ خلق کا وجود اس عالم سے پہلے ہے اور اس کے لیے انقطاع نہیں ہے تو ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ یہی کا مطلب اور مراد ہے اور جب وہ کہتے ہیں کہ آدموں کے وجود کی کوئی نہایت نہیں ہے تو ہم اس پر کثیر آدموں کی حدیث کو حمل کرتے ہیں اور جب کہتے ہیں کہ خلق کا علم اول خلق سے منقطع ہے تو ہم جانتے ہیں کہ یہی مراد ہے دنیا کی عمر سے جو رب العٰلمین کے قرآن میں جمع کے صیغے کے ساتھ آیا ہے پھر جب وہ کہتے ہیں کہ عوالم غیر متناہیہ ہیں تو ہم اس کا اعتقاد کرتے ہیں اور قرآن میں واقع ہوا ہے " وما یعلم جنود ربک الا ھو" اور تیرے رب

کے جزو کو نہیں جانتا مگر وہ) پھر جب کہتے ہیں کہ یہ جو دغیر متناہیہ ہیں تو اللہ ان کے لیے ہمیشہ خالق ہوگا اور رازق ہوگا تو ہم نے جان لیا کہ تحقیق وہی بیان ہے قرآن کا، اور قرآن میں واقع ہوا ہے، "مانفدت کلمات اللہ" (اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوئے) پھر جب کہتے ہیں کہ کلمات اللہ تعالیٰ کے اسما ہیں اور تحقیق ہر اسم کے لیے اس کی ربوبیت ہے اور ہر ربوبیت کے لیے مربوب ہوتا ہے تو ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ تحقیق افادہ کرتا ہے مربوبین کے فنا نہ ہوتے کا اور ان کے وجود کا ازل اور ابد میں کلمات الہیہ کے وجود کے لیے اور قرآن میں واقع ہوا ہے" فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم بالساحرۃ" (قیامت صرف ایک جھٹکا پھر وہ ہوں گے چٹیل میدان میں) اور واقع ہوا ہے۔ 'وما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ' اور تمھاری پیدائش اور تمھارا مر کر اٹھنا نہیں ہے مگر ایک نفس کی طرح، پھر جب کہتے ہیں کہ ریتی کے دریا کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے عدد موافق جس کے لیے کوئی اول اور آخر نہیں ہے ایک دنیا ہے تمھاری دنیا کی طرح جو یہ ہے کہ تمھاری ساعات میں سے ہر ساعت کے اندر قیامت ہے جو قائم ہوتی ہے ایک قوم پر اور اٹھنا ہے اور حشر نشر ہے تو ہم نے سمجھا کہ پہلی آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ نہیں ہے یہ اے تمھاری قیامت یہ جس کی رسل علیہم السلام نے خبر دی ہے وہ ایک جھٹکا ہے قیامت کے غیر متناہیہ جھٹکوں میں سے غیر منقطع مخلوقات پر ازل اور ابد میں اور دوسری آیت کریمہ کے معنیٰ یہ ہیں بے شک تمھاری پیدائش اے جماعت ملائکہ اور جن اور انسان تمھارے عالم کی جملہ مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں سے اور نہیں ہے تمھارا اٹھنا اے وہ جو اٹھائے جاؤ گے قیامت کے دن جو کہ معروف ہے نسبت سے اس کی طرف جو پیدا ہوا اور اٹھایا گیا، ازل سے اور پیدا کیا جائے گا اور اٹھایا جائے گا ابد تک نہیں ہے مگر ایک نفس کی طرح تو تم سب کائنات تمھارے علم کی معہ کے لحاظ سے ایسے ہو جیسا کہ ایک فرد کثرت عالم میں جن کو اللہ ہی جانتا ہے اور حدیث میں واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء ایسے ہیں جن کو منتخب کیا ہے اپنے غیب کے پردہ میں پھر جب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اپنے آثار کے لیے طلب کرتے ہیں۔ موجودات میں سے ایسے ممالک کو جو وہ ان آثار کے لیے ہیا کل اور طلسمات ہوتے ہیں۔ جن میں وہ تصرف کرتے رہتے ہیں تو ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے

ہم سے غائب ایسے ممالک اور عوالم ہیں جن میں منتجۂ اسماء کی سلطنت ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہ اسماء قدیمہ ہیں کیونکہ ان کا قیام قدیم کے ساتھ ہے تو غیب کے عالموں کو انقطاع نہیں ہے اور اسی طرز پر قیاس قرآن اور حدیث کے نظائر کو جن کو عارفین کے اقوال نے مشرح کیا ہے تو یہ اقوال اس لائق ہیں کہ ان کو نقل کے ادلہ میں لایا جائے اور ان اقوال میں سے ہے۔ قول امام حنیفہؒ کا تکوین کے قدم کے متعلق۔ یہ ہیں ادلہ نقل اس مسلک پر اس کے مناسب آئے گا بعض فصول آنے والوں میں۔

لیکن اس مذہب پر عقل کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر محض اور وجود صرف ہے اس پر خیر کا روکنا اور بخل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے جود پر فیض دائم واجب ہے ازل اور ابد میں اور وہ عبارت ہے غیر منقطع تاثیر سے ان کے اسماء فعلیہ سے وہ جو اس کا فعل اسم تکوین الٰہی کو شامل ہے اور اس کے تاثیر کا منقطع نہ ہونا واجب کرتا ہے ان کے آثار کے عدم انقطاع کو پھر وہ ذات جو خلق اور رزق پر قادر ہے اس کے لیے جو پیدا نہ ہوا اور نہ رزق دیا گیا۔ اس کا موصوف ہونا بخل اور خلاف خیر کے ساتھ نفس خلق اور رزق کے لحاظ سے ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے جیسا کہ سورج اور چاند پر۔